مولانا اختر امام عادل

# قوانین عالم پر قانون الٰہی کے اثرات

"قانون اسلامی خدا کی طرف سے آیا ہوا قانون ہے" اس کی بنیادی ساخت میں کسی انسانی دماغ کا دخل نہیں ہے، مگر بہت سے ناواقفوں یا اسلام دشمنوں نے الزام لگایا کہ اسلامی قانون رومی یا دوسرے انسانی قوانین سے متاثر ہوا ہے۔ جس پر تفصیلی گفتگو گذشتہ مضامین میں کر چکا ہوں، جس میں میں نے دلائل کی روشنی میں اس الزام کا جھوٹا ہونا ثابت کیا۔

اب اس سے اگلی بات یہ ہے کہ خود دنیا کے دیگر قوانین اسلامی قانون سے متاثر ہوئے ہیں، ___ اس موقع پر اسلامی قانون کی اصطلاح خاص شریعت محمدی کے بجائے مطلقاً قانون الٰہی کے معنی میں لے رہا ہوں اس لئے کہ دین اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے، تمام انبیاء پر اسلام ہی نازل کیا گیا! اور اسی کی تکمیلی شکل محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں سامنے آئی ___ اس لئے اگر قانون اسلامی اپنی موجودہ شکل کے ساتھ رومی قانون سازی کے وقت موجود نہ تھا تو وہ قانون الٰہی بہر حال موجود تھا جو حضرت آدم کے عہد سے چلا آرہا ہے اور جس کی تکمیل بعد میں قانون اسلامی کی شکل میں ہوئی۔ ________ اس بناء پر قانون روما کا قانون الٰہی سے متاثر ہونا ایک قدرتی بات ہے۔ اس کیلئے شواہد موجود ہیں۔ مگر ان کو سمجھنے کے لئے رومی قانون کا تاریخی پس منظر معلوم ہونا ضروری ہے! اور اسکی ارتقائی تاریخ میں بھی قانون الٰہی کی جھلکیاں ملتی ہیں۔

## قانون روما کا تاریخی پس منظر

قانون روما ایک انسانی قانون ہے، اور دنیا کا سب سے پہلا مجموعۂ قوانین ہے، ویسے تاریخی طور پر انسانی قانون کا آغاز یونان سے ہوتا ہے۔ مگر یونانی قانون میں اخلاق، سیاست، اور معاملات سب خلط ملط تھے، ان میں تمیز سب سے پہلے قانونِ روما نے پیدا کی! اور اخلاق کو خارج کر کے صرف سلطنت اور امور عامہ کے احکام اس میں شامل کئے۔ مگر یہ بات یقینی ہے کہ روما کے ابتدائی قانون سازوں نے یونان کے آخری مقننین سے کافی مدد لی ہے، اور روما کو عروج یونان کے زوال کے بعد ہی ہوا ہے۔

روما کے مجموعۂ قوانین دوازدہ الواح سے پہلے وہاں کا کوئی باقاعدہ قانونی نظام نہ تھا، جو کچھ تھا مذہبی رسوم و روایات پر مبنی تھا، ہر سال شہری معاملات و نزاعات کے تصفیے کیلئے "مذہبی کونسل" کا ایک رکن مقرر کر دیا جاتا تھا! وہی اپنی رائے سے فیصلہ کرتا تھا۔ اور تمام معاملات کی نگرانی رکھتا تھا۔

☆☆☆ میں نے امام شافعی سے زیادہ کسی کو عقل والا نہیں پایا (ابو عبید) ☆☆☆

تقریباً ۴۵۱ء قبل مسیح میں دس آدمیوں کی ایک کمیٹی نے باہمی صلاح و مشورے سے "دوازدہ الواح" نام کا مجموعۂ قانون مرتب کیا جسے روما کے قانونی نظام میں بنیادی اہمیت حاصل ہے اس مجموعہ میں معاملات کاروبار اور مملکت کے انتظام و انصرام سے متعلق احکام تھے [۱] اور اکثر وہ رسم و روایات بھی شامل ہو گئے تھے جو پہلے سے رومیوں میں جاری تھے۔ اگرچہ امکانی حد تک اس کی کوشش کی گئی تھی کہ قانون مذہبی بنیاد سے الگ ہو کر خالص جمہوری خطوط پر مرتب کیا جائے مگر اس میں ان کو کامیابی نہ ہو سکی اور نہ ہو سکتی تھی یہی وجہ تھی کہ اس قانون کے مرتب ہونے کے ایک صدی بعد تک مذہبی گروہ کا اقتدار قائم رہا۔ اور وہ قانون کی تشریحات کے ذریعہ اسکی مذہبیت میں اضافہ کرتے رہے جس کے نتیجہ میں وہ ایک مذہبی دیوانی اور اخلاقی احکام پر مشتمل قانون بن گیا تھا۔ [۲]

بعد کے زمانے میں ہم دیکھتے ہیں کہ حالات و ضروریات کی مطابقت سے احکام کی تشریح و توضیح اور اجتہاد و استخراج کا کام غیر منظم طور پر جاری رہا چنانچہ گایوس وغیرہ کے کئی مجموعوں کے مرتب کئے جانے اور متعدد قانون ساز مجلسوں کے قیام کا ذکر قانون کی تاریخ میں موجود ہے اس طرح تدوینِ قانون کی کوشش رفتہ رفتہ ارتقائی مدارج طے کرتی رہی [۳] پھر تقریباً ایک ہزار سال بعد ۵۲۷ء میں جب شہنشاہِ جسٹی نین تخت سلطنت پر فائز ہوا تو اس نے قانون کی باقاعدہ تدوین کی طرف سب سے پہلے توجہ کی چنانچہ اس نے رائج شدہ قانون اور مرتب شدہ مجموعوں کا مطالعہ کرنے کے بعد قانون کو ۲ دو حصوں میں تقسیم کیا۔

(۱) قانون موضوعہ اور (۲) قانون غیر موضوعہ۔

قانون موضوعہ سے مراد وہ قوانین ہیں جو مختلف قانون ساز اسمبلیوں نے مختلف وقتوں میں بنائے تھے لیکن باقاعدہ مرتب نہ ہونے کی وجہ سے منتشر اور غیر قانونی زبان میں تھے۔ اور قانون غیر موضوعہ سے مراد روم کے مجتہدین اور مجسٹریٹوں کے فتاویٰ اور اعلانات ہیں جو حالات کی مناسبت سے مختلف وقتوں میں صادر ہوئے تھے اور قانونی حیثیت حاصل کر چکے تھے ۵۲۸ء میں جسٹی نین نے قانون موضوعہ کی باقاعدہ تدوین کیلئے دس ذہین اشخاص پر مشتمل ایک کمیشن مقرر کیا اور اس کو بنیادی طور پر دو ہدایتیں دیں۔

۱۔ قانون کے نام پر جو فضول چیزیں رائج ہو گئی ہیں ان کو ترتیب سے الگ رکھا جائے۔

۲۔ قوانین میں جن مقامات پر تضاد ہو اس کو دور کرنے کی اور باہم مطابقت پیدا کرنے کی کوشش کی جائے چنانچہ کمیشن نے ہدایت کے مطابق ایک سال کے عرصہ میں ۵۲۹ء میں اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہونچایا اس کے بعد جسٹی نین نے ملک میں جاری تمام قوانین و احکامات کو منسوخ کر کے اس نئے مجموعے کو قانونِ موضوعہ کے طور پر نافذ کیا۔

---

۱ نظریہ سلطنت ص ۱۴۰ - ۱۲ ۲ نظریہ سلطنت ص ۳۴۱ - ۱۲

۳ خصوصی قانون روما ص ۳۴ اور امام ابوحنیفہ کی تدوینِ قانون اسلامی ص ۲۹ - ۱۲

فضل العالم علی العابد کفضل القمر علی سائر الکواکب (سنن ابوداود و ترمذی)

اس کے ایک سال بعد ۵۳۰ء میں جسٹی نین نے ایک دوسری کمیٹی بنائی جس کے ذمہ قانون غیر موضوعہ کی تنظیم و ترتیب تھی۔ مقصد یہ تھا کہ قانون موضوعہ کی طرح قانون غیر موضوعہ کو بھی ایک ڈائجسٹ میں جمع کر دیا جائے۔ مگر بڑی پریشانی مجسٹریٹوں اور فلسفیوں کے اعلانات واحکام کے باہمی اختلاف کی تھی کہ ان کے درمیان تطبیق کی کوئی شکل نہ بنتی تھی۔ چنانچہ اس پریشانی کو دور کرنے کے لئے جسٹی نین نے بذات خود پچاس فیصلے صادر کئے۔ اس طرح یہ مجموعہ دسمبر ۵۳۳ء میں مکمل ہو کر ملک کا قانون قرار پایا۔

جسٹی نین نے اسی سال گایوس (GAIUS) کی ایک قدیم کتاب قانون پر نظر ثانی کرا کے انسٹی ٹیوٹ (INSITITUTES) کے نام سے اس کی ترتیب کرائی۔ گایوس کی یہ کتاب رومی قانون کے سلسلے میں بہت اہم تھی۔ اس میں قانون کے بنیادی اصول بیان کئے گئے تھے۔ وہ طلبہ کے لئے بے حد مفید سمجھی جاتی تھی اور ڈائجسٹ کے مطالعہ میں بھی تمہید کا کام دیتی تھی۔ پھر ۵۳۴ء میں پہلے مجموعہ قانون پر جو ۵۲۹ء میں مکمل ہوا تھا نظر ثانی کرائی گئی اور اس عرصہ کے تمام اضافوں کو اس میں شامل کرکے وقت اور ضرورت کے لحاظ سے مکمل کیا گیا۔ اس نئے مجموعے کا نام کوڈکس ایپی ٹی ٹانی پرائی لیکٹونس (CODEX- PRAELECTIENS) قرار دیا گیا۔ اس میں یہ تصریح کر دی گئی تھی کہ آئندہ وضع قانون سے متعلق جو تجویزیں عمل میں لائی جائیں گی انھیں فرامین جدیدہ کی طرح شائع کیا جائے۔ چنانچہ اس کے بعد کے شائع شدہ ایک سو ستر ناولس (NOVELS) کو کوئی باضابطہ شکل نہیں دی گئی۔

غرض سات آٹھ سال کی مدت میں رومی قانون کا یہ مجموعہ مرتب ہوا جو آج کل رومی قانون کے نام سے موجود اور مشہور ہے۔ جسٹی نین کی ہی مختلف تالیفات ہیں جن کو ایک تالیف مانا جاتا ہے۔ اس میں مندرجہ ذیل مجموعے شامل ہیں۔

(۱) ڈائجسٹ (۲) انسٹی ٹیوٹ (۳) کوڈکس ایپی ٹی ٹانی پرائی لیکٹونس۔ (۴) ناولس[1]

یہی وہ آخری مجموعۂ قانون ہے جس کو رومن لا کہا جاتا ہے۔ اس کے بارے میں تمام قانون دانوں کا اتفاق ہے کہ یہ اساسی طور پر دو اجزاء سے مرکب ہے۔ (۱) قانون فطرت (۲) قانون ملکی

جو قانون ایک قوم اپنے لئے بناتی ہے، وہ اس کا ملکی قانون کہلاتا ہے اور جو فطرت، تمام نوع انسانی کے لئے مقرر کرتی ہے وہ قانون فطرت کا نام پاتا ہے۔ قانون کی کتابوں میں قانون فطرت کے اور کئی نام بھی ملتے ہیں۔ مثلاً قانون قدرت۔ قانون الٰہی۔ قانون عقل۔ قانون عام۔ قانونِ غیر مکتوبی۔ قانونِ بین الاقوامی وغیرہ[2]

---

[1] خصوصی قانون روما ص۳۴ تا ص۳۵ "

[2] احوال قانون ص۴۵ "

# قانون رُوما پر قانون الٰہی کے اثرات

قانون روما کے اس تاریخی پس منظر سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ قانون روما ابتدا سے لیکر آخر تک باوجود کوشش کے مذہبی اثرات سے بچ نہ سکا۔ اور قانون الٰہی سے ناگزیر طور پر متاثر ہوکر رہا جس سے کسی انسانی قانون کو چارۂ کار نہیں ہے آغاز کے بارے میں ہم بتا چکے ہیں کہ روما کو عروج یونان کے زوال کے بعد ہوا۔ مگر یہ ایک حقیقت ہے کہ روما فوجی لحاظ سے غالب آجانے کے بعد ادبی اور قانونی نقطہ نظر سے یونان کا خوشہ چیں رہا ہے۔

تاریخی طور پر یونان میں قانون فطرت (قانون اخلاق) کے نام سے قوانین کے مجموعے کا ثبوت ملتا ہے۔ اس کے بارے میں یونانیوں کا عام خیال یہ تھا کہ اس کا نزول ایسے عالم سے ہوا ہے جو فطرت کا مرکز و مسکن ہے اسی لئے وہ ان فطری احکام کو تعبدی احکام کا مجموعہ خیال کرتے تھے۔ خاص طور پر رواقیین کا تصوّر یہ تھا کہ عقل کل (ذات الٰہی) نے انسان کی ہدایت و اصلاح کے لئے قانون فطرت کو جاری کیا ہے۔ ——— اس کے علاوہ حکمائے یونان کا یہ مسلک بھی تھا کہ: تخلیق انسانی کا اصل مقصد یہ ہے کہ انسان فطرت کے مطابق زندگی بسر کرے۔ یعنی بری عادات اور لوگوں کی ادنیٰ خواہشات کو چھوڑکر اعلیٰ طریق عمل اختیار کرے۔[۱]

اس کے علاوہ حکماء اور ماہرین قانون کے بیانات سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ قانون کا اصل مقصد قانون الٰہی ہے۔ ذیل میں چند حکماء کے اقوال ملاحظہ ہوں۔

۱- ارسطو: قانون دو حصّوں میں بٹا ہوا ہے۔ قانون عام اور قانون خاص۔ قانون خاص قواعد وضوابط مکتوبی پر مبنی ہے۔ اور قانون عام ایسے غیر مکتوبی احکام وقواعد پر مشتمل ہے جن کو دنیا کے کل انسان تسلیم کرتے ہیں۔

۲- سسرو: اس میں شک نہیں کہ دنیا میں ایک سچّا قانون ہے۔ جو ہر جگہ یکساں پایا جاتا ہے۔ دنیا کی تمام قومیں ہر زمانے میں اسکی تابع رہی ہیں۔ اور رہیں گی۔ اور کل انسانوں کا ہمیشہ ایک ہی حاکم ومالک ہے۔ وہ حاکم خداوند تعالےٰ ہے۔ جس نے اس قانون کو مرتب کیا ہے اور ترقی دیتا رہے گا۔

۳- گایوس: دنیا کی ان تمام قوموں میں جن کے یہاں قوانین پر عمل ہے۔ قانون کی دو قسمیں ہیں۔ ایک قسم کا قانون

[۱] قدیم یونان ص۲۳ تا ص۲۷ ۲

☆☆☆ میں نے امام شافعی سے زیادہ کسی کو عقل والا نہیں پایا (ابو عبید) ☆☆☆

وہ ہے جو ہر ایک قوم اور ریاست کیلئے مخصوص سمجھا جاتا ہے۔ اور دوسری قسم کا قانون وہ ہے جو تمام لوگوں کے واسطے عام ہے۔ پہلا قانون ملکی کہلاتا ہے۔ کیونکہ اس کا تعلق ایک ریاست اور ملک سے ہوتا ہے اور دوسرا جس جنٹیئن (JUSJENTIAN) کہلاتا ہے۔ کیونکہ انسانیت کی تمام قومیں اس کے تابع ہوتی ہیں۔ (یونان کی اصطلاح میں اس لفظ کا اطلاق قانونِ قدرت پر کیا جاتا ہے۔ اور اس سے فلسفیانہ اخلاقی قوانین مراد لئے جاتے تھے۔)

۴۔ **جسٹی نین**: قانون فطرت جس کو تمام قومیں مانتی ہیں اور جس کو خدائی مشیت نے جاری کیا ہے۔ ہمیشہ سے ہے اور ابد تک بلا ترمیم و تبدیل ایک ہی طور پر نافذ رہے گا۔[۱]

تاریخ سے یہ بات بھی ثابت ہے کہ رواقیین کا مذکورہ اصول "یعنی فطرت کے مطابق زندگی گذارنا" اہل روما کی سوسائٹی میں سرایت کر گیا تھا۔ خاص طور پر روما کے قانون داں اس سے بہت متاثر تھے۔ اور صدیوں وہ اس فلسفے کے حامی رہے۔ ایسی صورت میں کیا عجب ہے کہ قانون فطرت یا قانون الٰہی رومی قانون کا ایک حصہ بن گیا ہو یا رومی قانون اس سے متاثر ہوا ہو۔

چنانچہ جسٹی نین نے تدوین قانون کے متعلق جو اپنا پیغام نشر کیا تھا اس میں اس نے کہا تھا کہ "تمام قومیں جن میں قوانین اور مراسم پر عمل کا رواج ہے۔ وہ ایک حد تک اپنے مخصوص قوانین کی تابع ہوتی ہیں۔ اور ایک حد تک فطری قوانین کی تابع ہوتی ہیں"۔[۲]

اسی طرح روما کے قانون دانوں میں یہ بات بھی عام طور پر مشہور رہے کہ روما کے مجسٹریٹوں کے اعلانات کی وجہ سے قانون الٰہی کا بڑا حصہ رومی قانون میں شامل ہو گیا ہے۔ انہی وجوہات کی بناء پر عام طور پر ماہرین قانون کا خیال ہے کہ قانون روما کا آخری مجموعہ جس کو جسٹی نین نے شائع کرایا تھا۔ وہ دو اجزاء سے مرکب ہے (۱) قانون ملکی (۲) اور قانون فطرت۔[۳]

یہاں یہ واضح کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ قانون فطرت سے آج کل کی اصطلاح میں قانون طبعی ہرگز مراد نہیں ہے جنکی بناء پر نظام عالم کے افعال و حرکات میں نظم و ضابطہ نظر آتا ہے۔ بلکہ وہ قانون اخلاق مراد ہے۔ جن پر فلسفہ یونان کی بنیاد تھی۔ اور جس کے بارے میں ہمارا دعویٰ ہے کہ وہ مسلسل صدائے الٰہی کی بازگشت کا ثمرہ تھا۔ حتیٰ کہ فلسفہ نے بھی یہیں سے اصول اخذ کر کے اپنی بنیاد قائم کی تھی۔

چنانچہ قانون کی کتابوں میں عام طور پر لکھا ہوا ہے کہ جب فلسفہ یونان کی شمع ایتھنز میں گم ہوئی تو روما میں اس کا آفتاب طلوع ہوا۔[۴]

---

۱۔ قانون ۷۳ - ۸۰ ۳۔ قدیم قانون ص۳۶

۲۔ اصول قانون ص۵ ۴۔ اصول قانون ص۴۷

☆☆☆ میں نے امام شافعی سے زیادہ کسی کو عقل والا نہیں پایا (ابو عبید) ☆☆☆

مذکورہ بالا تفصیلات سے چند نتائج سامنے آتے ہیں۔

۱۔ دنیا میں قانون کا نقطۂ آغاز مذہب وفطرت رہے ہے۔

۲۔ دنیا کا سب سے پہلا مجموعۂ قوانین دوازدہ الواح بھی مذہب کے اثر سے محفوظ نہ رہ سکا تھا۔

۳۔ یونان نے فلسفۂ اخلاقیات کے اصول مذہب سے لیئے تھے۔

۴۔ جسٹی نین کا رومن لا بھی مذہب سے فرار کی تمام کوششوں کے باوجود مذہب کے اثرات سے بچ نہ سکا۔

ان نتائج کی روشنی میں ہمارا یہ دعویٰ کوئی غلط نہ ہوگا کہ رومن لا۔ اسلامی قانون (یعنی قانون الٰہی) سے متاثر ہوا ہے۔

## مغربی قوانین پر اسلامی قانون کے اثرات

آج قانون روما عملی طور پر موجود نہیں ہے۔ اس کے نظریات اور اساسی قواعد تاریخ کی کتابوں کی زینت بن گئے ہیں اس لیے قانون رومی کے تاثرات کی تفصیلات بتائی نہیں جاسکتی ہیں۔ مگر رومی قانون کے زوال کے بعد یورپ میں جس قانون نے جنم لیا۔ اس کے بارے میں ہم کلی اسلوب کے علاوہ جزئیات کی روشنی میں بھی یہ دعویٰ کر سکتے ہیں کہ مغربی قوانین پر اسلامی قانون کے اثرات پڑے ہیں۔ اگرچہ بحث کے اس پہلو کو مغربی قانون دانوں اور مؤرخین نے سرے سے نظرانداز کر دیا ہے۔ مگر ہم چاہتے ہیں کہ اس کے بارے میں کچھ حقائق پیش کریں۔

مغربی قانون پر مشرقی قانون بالخصوص اسلامی قانون کے جو اثرات پائے جاتے ہیں۔ وہ ان چند گوشوں میں صاف محسوس کئے جاسکتے ہیں۔

### (الف) اسباب ومحرکات

عہد آغاز اسلام سے بھی پہلے بحر روم کے ساحلی ممالک میں بستے تھے ان ممالک میں قانون عام (UNIVERSAL LAW) رائج تھا جن کی بنیاد ان تجارتی مراسم پر تھی جو تمام ممالک بحر روم کے تاجروں کے درمیان جاری تھیں، رومیوں نے جب ان ممالک کو فتح کیا تو ان کو وہاں کے عادات اور قانون عامہ سے سابقہ پیش آیا۔ اور لازمی طور پر وہ اس سے متاثر ہوئے۔ رومی ماہرین قانون نے اس قانون کو بین الاقوامی قانون یا قانون فطرت کا نام دیا۔ اس کے برخلاف وہ اپنے قانون کو ملکی قانون یا سول لا کہتے تھے۔

اس بین الاقوامی قانون سے رومی اتنے متاثر ہوئے کہ بالآخر یہ قانون روما کا ایک جزء بن گیا۔ بیروت جو آج لبنان کا دارالسلطنت ہے۔ وہ رومی قانون کی تعلیم کا مرکز بنا۔ متعدد رومی ماہرین قانون مثلاً پے پی نین (PAPINIAN)۔ الپین (ULPIAN) اور ڈرڈتی (DOROTHEE) نے قانون روما کی تدوین میں اچھا رول ادا کیا۔

رومی قانون پر قانون اقوام کا اثر قوانین معاہدات میں بالکل نمایاں نظر آتا ہے۔ چنانچہ رومی قاضیوں اور مجسٹریٹوں نے اس قانون کو بہت سے معاملات میں استعمال کیا۔ اور اس کے ذریعہ انصاف تک پہونچنے کی کوشش کی۔

اس طرح ہر شخص اسلام سے بھی بہت پہلے مشرقی اقوام (عرب ہوں یا غیر عرب) کا اثر رومی قانون پر دیکھ سکتا ہے۔

(ب) اسلامی فتوحات کے بعد ایک مرتبہ پھر مشرق کا مغرب سے رابطہ قائم ہوا مسلم تاجروں کے اٹلی اور خصوصاً اسپین کے ذریعہ (جبکہ وہ عالم اسلام کا ایک صوبہ تھا) مغرب سے رابطے قائم ہوئے۔

صلیبی جنگوں نے بھی رومیوں پر مسلمانوں کے اثرات کو بہت بڑھایا، ہم ان اثرات پر ذرا تفصیل سے نگاہ ڈالتے ہیں۔

## اسلامی قانون قوانین عالم کے تناظر میں

اسلامی قانون کی بنیادی خصوصیات تین ہیں، جو دنیا کے کسی قانون کے اندر پائی نہیں جاتیں۔

(۱) جامعیت (۲) ابدیت (۳) اور انسان کے فکری و تہذیبی ارتقاء سے ہم آہنگی۔

اسلامی قانون اور اس کے نظریات کا سنجیدہ مطالعہ ایک حقیقت پسند جائزہ نگار کو اسی نتیجے پر پہونچاتا ہے، اسلامی قانون کا ہر حکم اس کی بہترین مثال ہے، اگر ہم نمونے کیلئے چند مثالیں ذکر کرتے ہیں جن میں ایک طرف یہ تینوں خصوصیات جھلکتی ہیں، اور دوسری طرف یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اسلام کے بعد روئے زمین کے جس خطے میں بھی جو قوانین بنائے گئے ان پر اسلامی قانون کی گہری چھاپ پڑی۔

### (۱) اسلام کا نظریہ مساوات

اسلام اپنے یوم آغاز ہی سے نسل انسانی کے اندر پائی جانے والی تفریقات کا مخالف اور نظریہ مساوات کا علمبردار ہے قرآن و حدیث کی متعدد نصوص میں تمام انسانوں کے درمیان مساوات کا اعلان کیا گیا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ [1]

اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے بنایا، اور تم میں ذاتیں اور خاندان پیدا کئے، تاکہ آپس کی پہچان ہو۔ بلاشبہ تم میں

---

[1] حجرات : ۱۳

ایک عابد پر عالم کی فضیلت ایسی ہے جیسے کہ چاند کی فضیلت دوسرے تمام ستاروں پر (سنن ابوداود و ترمذی)

اللہ کے نزدیک بڑا معزز وہی ہے، جو تم میں سب سے زیادہ متقی ہو۔

حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔

یاایھا الناس الا ان ربکم واحد الا ان اباکم واحد الا لا فضل لعربی علی عجمی الا لا فضل لاسود علی احمر الا بالتقوی [1]

اے لوگو! سنو! بلاشبہ تمہارا رب ایک ہے، سنو! بیشک تمہارے باپ ایک ہیں۔ سنو! کسی عربی کو کسی عجمی پر اور کسی کالے کو کسی سرخ پر کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے۔ سوائے تقویٰ کی بنیاد پر!

الناس سواسیة کاسنان المشط الواحد لا فضل لعربی علی عجمی الا بالتقوی [2]

تمام لوگ کنگھی کے دانے کی طرح برابر ہیں کسی عربی کو کسی عجمی پر کوئی برتری حاصل نہیں ہے، مگر تقویٰ کی بنیاد پر۔

ان اللہ قد اذھب عنکم عیبة الجاھلیة وفخرھا بالآباء انما ھو مؤمن تقی او فاجر شقی الناس کلھم بنو آدم وآدم من تراب، رواہ الترمذی وابوداؤد [3]

بلاشبہ اللہ نے تم سے جاہلیت کے غرور اور آبائی فخر کو دور کر دیا، یا تو وہ پاکباز مومن ہوگا یا بدکار فاجر، سارے لوگ آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے پیدا کیے گئے ہیں۔

ان مسلسل ہدایات وپیغامات کے ذریعہ اسلام نے اپنی حکومت کے تمام شہریوں کے درمیان ہر طرح کے امتیازات کا خاتمہ کر دیا، رنگ ونسل، ذات پات اور علاقائیت کی تمام حد بندیاں اسلام نے توڑ ڈالیں اور دنیا کو ایک ابدی اور حقیقی مساوات کا درس دیا، جس کی گونج صدیوں بعد آج بھی عالم کی فضائے بسیط میں سنائی دے رہی ہے۔

واضح رہے کہ اسلام کا یہ نظریہ مساوات سماجی دباؤ یا حالات کے زیر اثر وجود میں نہیں آیا تھا جیسا کہ یورپ میں مساوات کا نظریہ مسلسل انقلابات اور بغاوتوں کے نتیجہ میں رونما ہوا۔ بلکہ اسلام نے ایسے ماحول میں یہ سبق دیا تھا، جبکہ نسلی اور قبائلی امتیازات کا ایک طوفان بپا تھا، عرب جاہلیت کی تاریخ، رنگ ونسل، مال ودولت، جاہ ومنزلت اور حسب ونسب کی تعریفات اور ان کی بدولت، اظہار فخر وغرور کی داستانوں سے لبریز ہے۔

ایسے مخالف ماحول میں اسلام نے یہ نظریہ مساوات پیش کیا جس کی پشت پر ظاہری دنیا میں کوئی خارجی یا داخلی طاقت

---

[1] کنز العمال ج۳ ص۶۹۹ وکذا علی ج۳ ص۹۳ ۱۲ [2] التشریع الجنائی الاسلامی ج۱ ص۲۶ ۱۲

[3] مشکوٰۃ شریف ص۴۱۷ و ص۴۱۸ ۱۲

☆ قال الشافعی رحمہ اللہ تعالی : الفقہاء کلھم عیال ابی حنیفہ فی الفقہ ☆

موجود نہ تھی، مگر اسلام چونکہ انہی حالات انہی تقاضوں کے لئے نہیں آیا تھا کہ انہی میں محدود ہوکر کوئی قانون تشکیل کرے، بلکہ وہ رہتی دنیا تک پیش آنے والے حالات اور مسائل کے حل کے لئے آیا تھا۔ اس لئے اس نے اپنے آغاز ہی میں ایسے احکامات اور اصول دنیا کو دیئے، جو انسانی تاریخ کے کسی دور میں بھی فرسودہ نہ ہوسکیں۔ اور قیامت تک آنے والی انسانیت ہر وقت ان کی ضرورت واقعی طور پر محسوس کرے۔

اٹھارہویں صدی عیسوی کے اواخر یا انیسویں صدی عیسوی کے اوائل میں فرانسیسی انقلاب کے بعد مساوات کا جو نظریہ یورپ نے پیش کیا ہے، وہ کوئی نیا نظریہ نہیں تھا بلکہ اس سے گیارہ سو سال قبل ہی اسلام اس کو پوری وضاحت کے ساتھ پیش کرچکا تھا۔ اور کہنا چاہئے کہ فرانس کا یہ نظریہ اسلامی قانون سے ماخوذ تھا۔

## (۲) عورت مرد مساوات کا نظریہ

مگر یورپ اس باب میں جس غلو اور افراط کا شکار ہوا ہے۔ وہ یورپ کی تاریخ کا حسرتناک باب ہے، انسانی مساوات کے مفہوم میں بالیقین عورت مرد مساوات بھی داخل ہے اور اصولی طور پر خود اسلام بھی عورت مرد مساوات کا قائل ہے قرآن نے بڑی وضاحت کے ساتھ مردوں اور عورتوں کی ذمہ داریوں اور حقوق کو مساوی قرار دیا ہے۔

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ [1]

اور دستور کے مطابق عورتوں کا بھی ان مردوں پر حق ہے، جیسا کہ مردوں کا عورتوں پر حق ہے، مگر اس مساوات کا مفہوم یہ لینا کہ عورت ہر لحاظ سے مرد کی طرح ہے، یہ یورپ کی سخت غلطی ہے۔ عورت مرد کا نفسیاتی اور حیاتیاتی مطالعہ قطعی طور پر مساوات کے اس مفہوم کی نفی کرتا ہے، دونوں الگ الگ صنف ہیں، دونوں کو ہر لحاظ سے مساوی قرار دینا ہرگز ممکن نہیں، دونوں پر ذمہ داریاں اور حقوق بالیقین برابر ہیں، مگر دونوں کی ذمہ داریوں اور حقوق کی نوعیت میں بڑا فرق ہے۔ ایک بادشاہ کی ذمہ داریاں، اور خاندان کے حاکم کی ذمہ داریاں من حیث الجنس خواہ کتنی ہی متحد ہوں مگر ان کی نوعیت میں بہت فرق ہے، اسی طرح عورت خانگی امور، خاندان کی تشکیل اور نسل جدید کی تعمیر کی پوری ذمہ دار ہے جبکہ مرد خارجی تمام امور گھر، مکان، رہن سہن، نان نفقہ اور دیگر حقوق کی ادائیگی کا ذمہ دار ہے۔ پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذمہ داریوں کی تقسیم بہت ہی مناسب اور واضح انداز میں فرمادی ہے۔

الا کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ فالامام الذی علی الناس راع وھو مسئول عن

---

[1] بقرہ: ۲۲۸

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ: تمام لوگ فقہ میں امام ابو حنیفہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کے پروردہ ہیں

رعیتہ، والرجل راع علی اھل بیتہ وھو مسئول عن رعیتہ والمرأۃ راعیۃ علی بیت زوجھا وولدہ وھی مسئولۃ عنھم متفق علیہ [1]

سنو! تم میں سے ہر ایک ذمہ دار ہے، اور ہر ایک سے اسکی ذمہ داری کے بارے میں پوچھا جائیگا۔ پس امام لوگوں کا ذمہ دار ہے اس سے اسکی ذمہ داری کے بارے میں پوچھا جائیگا، اور عورت شوہر کے اندرون خانہ اور بچوں کی نگراں ہے اس سے اسکی ذمہ داری کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔

مرد بہت سارے لحاظ سے عورت کے مقابلے میں منصبی برتری رکھتا ہے، وہ عورت اور اولاد کے تمام مصارف کا ذمہ دار اور اسکی عصمت کا محافظ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے مرد کی یک گونہ برتری کو تسلیم کیا ہے۔

وللرجال علیھن درجۃ [2] اور مردوں کو عورتوں پر فضیلت حاصل ہے۔

الرجال قوامون علی النساء بما فضل اللہ بعضھم علی بعض وبما انفقوا من اموالھم [3]

مرد عورتوں پر حاکم ہیں، اس بنا پر جو اللہ نے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے اور اس واسطے کہ انہوں نے اپنے مال خرچ کئے۔

مگر یہ برتری جو اسلام نے مردوں کو دی ہے، وہ محض اس بنا پر کہ ان کی ذمہ داریاں عورتوں کے مقابلے زیادہ ہیں۔ اور اس دنیا میں وہی شخص مقام پیدا کرسکتا ہے جو ذمہ داریاں زیادہ سے زیادہ ادا کرنے کی ہمت رکھتا ہو۔

غرض انیسویں صدی عیسوی میں عورت مرد مساوات کی جو تحریک اٹھی، وہ صدیوں پہلے اسلام اسکی مکمل تصویر کے ساتھ پیش کرچکا تھا اور ایسے حالات میں پیش کیا تھا جبکہ دنیا میں کہیں بھی عورت کو کوئی مقام حاصل نہ تھا، وہ جانور اور سامان سے بھی کمتر سمجھی جاتی تھی۔ بعض قوموں میں اسے بدی کی جڑ قرار دیا گیا تھا۔ ایسے مخالف ماحول میں اسلام نے عورت کو بلند مقام دیا۔ اور زندگی کے میدان میں اس کو مردوں کے دوش بدوش کھڑا کیا، جو اسلام کے قرن اول سے زیادہ آج کے ماحول کا تقاضہ معلوم ہوتا ہے۔ یہ اسلام کی ابدیت، جامعیت اور ہر دور کے حالات سے ہم آہنگی کی واضح دلیل ہے۔

## (۳) اسلام کا نظریۂ آزادی

اوہام وخرافات اور رسم وروایات میں جکڑی ہوئی انسانیت کو اسلام نے آزادی کا پروانہ عنایت کیا۔ اس کو غیر فطری بندشوں سے نجات دلائی۔ اور اسکی فطری صلاحیتوں کو اجاگر کرکے صحیح مقام پر استعمال کیا۔ اسلام نے انسان کو فکر وضمیر، دل ودماغ، مذہب وعقیدہ اور زبان وبیان ہر طرح کی آزادی دی، اور ان قوتوں کو بروئے کار لاکر ایک مثالی معاشرے کی تعمیر کا حکم دیا۔ ذیل میں ہم اسلام

---

[1] مشکوٰۃ شریف ص۳۲۰ وص۳۲۱ ۱۲ [2] بقرہ: ۲۲۸ [3] نساء: ۳۴

☆ قال الشافعی رحمہ اللہ تعالی: الفقہاء کلھم عیال ابی حنیفہ فی الفقہ ☆

کی عطا کردہ چند آزادیوں پر تھوڑی تفصیل سے نگاہ ڈالتے ہیں۔

## فکر وضمیر کی آزادی

اسلام نے انسانوں کو افکار وخیالات کی آزادی دی، سماج میں رائج رسوم وروایات کی پابندیوں سے اسکو رہائی دلائی، اور انسان کو ہر ایسی چیز کے قبول کرنے کا اختیار دیا، جو ان کے دائرۂ عقل میں آتی ہو، اور ہر کسی ایسی چیز کے ماننے پر مجبور نہ کیا، جو ان کے حدود عقل سے باہر ہو، اسلام نے کائنات میں غور وفکر کی دعوت دی، آفاق والنفس کے گہرے مطالعہ کا سبق دیا، اور مطالعہ برائے مطالعہ نہیں، بلکہ عبرت وموعظت، تعمیر وترقی اور انسانیت کی تنظیم وتشکیل نو کے لئے، یہاں تک کہ اسلام نے جب انسان کو ایمان کی دعوت دی اور کفر سے رُکنے کا حکم دیا، تو ان کے لئے بھی عقل وفکر کا استعمال کرنے کو کہا، نظری اسلوب اور عقلی استدلال کے ذریعہ انسان کی عقلوں کو مطمئن کرنے کی کوشش کی خود انسان کو آفاق وانفس میں غور کرنے کا حکم دیا، تاکہ وہ آفاق والنفس کے پردے میں خالق کائنات کی جھلکیاں دیکھے، ایک رسول برحق کی ضرورت کا احساس کرے، اور یوم جزا اور حشر ونشر کے تصورات کا شعور بیدار ہو، قرآن کی متعدد آیات میں حق وباطل کی شناخت خالق کائنات کی معرفت، اور نظریہ توحید پر ایقان حاصل کرنے کے لئے کائنات میں غور کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ چند آیات مثال کے طور پر پیش ہیں۔

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِي تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ مَاءٍ فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيهَا مِنْ كُلِّ دَابَّةٍ وَتَصْرِيفِ الرِّيَاحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ [1]

بیشک آسمان وزمین کے پیدا کرنے میں، اور رات ودن کے بدلتے رہنے میں اور کشتیوں میں جو کہ دریا میں لیکر چلتی ہیں، لوگوں کے کام کی چیزیں، اور پانی میں، جس کو اللہ نے آسمان سے اتارا، اس سے زمین کو زندہ کیا۔ اور اس کے مرجانے کے بعد، اس میں سب قسم کے جانور پھیلائے، اور ہواؤں کے بدلنے میں اور بادل میں جو اس کے حکم کا تابعدار ہے۔ آسمان وزمین کے درمیان، بیشک ان چیزوں میں عقلمندوں کیلئے نشانیاں ہیں۔

قُلْ إِنَّمَا أَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ أَنْ تَقُومُوا لِلّٰهِ مَثْنَىٰ وَفُرَادَىٰ ثُمَّ تَتَفَكَّرُوا [2]

آپ کہہ دیجئے کہ میں تو تم کو ایک نصیحت کرتا ہوں، کہ اللہ کے نام پر ایک ایک اور دو دو کر کے اُٹھ کھڑے ہو، پھر غور کرو۔

---

[1] بقرہ: ۱۶۴۔ [2] سبا: ۴۶۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ: تمام لوگ فقہ میں امام ابو حنیفہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کے پروردہ ہیں

أَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوا فِي أَنفُسِهِم مَّا خَلَقَ اللَّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا إِلَّا بِالْحَقِّ وَأَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ[1]

کیا وہ اپنے آپ میں دھیان نہیں کرتے کہ اللہ نے جو آسمان و زمین بنائے، اور جو کچھ ان کے بیچ میں ہے، سو ٹھیک ساده کر اور وقت مقرر پر؛

قُلِ انظُرُوا مَاذَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ؕ[2]

آپ فرما دیجئے کہ دیکھو ان چیزوں کو جو آسمانوں اور زمین میں ہے۔

فَلْيَنظُرِ الْإِنسَانُ مِمَّ خُلِقَ ۔ خُلِقَ مِن مَّاءٍ دَافِقٍ يَخْرُجُ مِن بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَائِبِ ؕ[3]

اب دیکھ لے آدمی کہ کس چیز سے بنا ہے، بنا ہے ایک اچھلتے ہوئے پانی سے، جو پیٹھ اور چھاتی کے بیچ سے نکلتا ہے۔

أَفَلَا يَنظُرُونَ إِلَى الْإِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ وَإِلَى السَّمَاءِ كَيْفَ رُفِعَتْ وَإِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ وَإِلَى الْأَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ ؕ[4]

بھلا کیا نظر نہیں کرتے اونٹوں پر کہ کیسے بنائے گئے ہیں۔ اور آسمان پر کہ کیسے اس کو بلند کیا گیا ہے، اور پہاڑوں پر کہ کیسے کھڑے کئے گئے ہیں، اور زمین پر کہ کیسے صاف بچھائی گئی ہے۔

إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَذِكْرَىٰ لِمَن كَانَ لَهُ قَلْبٌ أَوْ أَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيدٌ ؕ[5]

بیشک اس میں سوچنے کی جگہ ہے، اس کو جس کے اندر دل ہے یا دھیان سے کان لگائے۔

وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُو الْأَلْبَابِ ؕ[6]

اور صرف عقل والے ہی سمجھتے ہیں۔

قرآن کی نہ معلوم اس طرح کی کتنی آیات ہیں، جن میں عقل و فکر کو مہمیز لگائی گئی اور تدبّر و تفکر کی دعوت دی گئی ہے قرآن اس بارے میں اتنی تاکید کرتا ہے کہ جو لوگ اپنی عقلوں اور صلاحیتوں کو استعمال نہیں کرتے، اور محض رسم و رواج اور آبائی روایات کی پابندی کو سب کچھ سمجھتے ہیں، ان کو جانور، بلکہ اس سے بھی فروتر قرار دیا گیا ہے اس لئے کہ انسان اور جانور میں عقل ہی نقطۂ امتیاز ہے، اگر انسان اپنی عقل کو استعمال نہ کرے، تو وہ جانوروں ہی کی صف میں رہنے کے لائق ہے۔ دیکھئے قرآن کی درج ذیل آیات میں ایسے لوگوں کی کیسی مذمت کی گئی ہے۔

وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنزَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا أَلْفَيْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا أَوَلَوْ كَانَ آبَاؤُهُمْ

---

[1] روم: ۸۔ [2] یونس: ۱۰۱۔ [3] طارق: ۶۔ [4] غاشیہ: ۱۷۔ [5] ق: ۳۷۔ [6] آل عمران: ۷۔

☆ قال الشافعی رحمه الله تعالى : الفقهاء كلهم عيال ابی حنيفه فی الفقه ☆

لا یعقلون شیئاً ولا یہتدون ومثل الذین کفروا کمثل الذی ینعق بما لا یسمع الا دعاءً ونداءً صم بکم عمی فہم لا یعقلون۔ [1]

اور کوئی جب ان سے کہے کہ اس حکم کی تابعداری کرو جو اللہ نے نازل کی ہے، تو کہتے ہیں ہرگز نہیں، بلکہ ہم تو تابعداری کریں گے اس کی جس پر ہم نے اپنے باپ، دادوں کو دیکھا ہے۔ بھلا اگر ان کے باپ دادا کچھ بھی نہ سمجھتے ہوں اور نہ سیدھی راہ جانتے ہوں، اور ان کافروں کی مثال ایسی ہے، جیسے کوئی شخص ایک چیز کو پکارے جو کچھ نہ سنے، سوائے پکارنے اور چلانے کے، بہرے، گونگے، اندھے ہیں وہ کچھ نہیں سمجھتے۔

افلم یسیروا فی الارض فتکون لہم قلوب یعقلون بہا او اٰذان یسمعون بہا فانہا لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور۔ [2]

کیا زمین کی سیر نہیں کی، کہ ان کے دل ہوتے جن سے وہ سمجھتے، یا کان ہوتے جن سے وہ سنتے، سو کچھ آنکھیں اندھی نہیں ہوتی ہیں، بلکہ وہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہوتے ہیں۔

ولقد ذرأنا لجہنم کثیراً من الجن والانس لہم قلوب لا یفقہون بہا ولہم اعین لا یبصرون بہا ولہم اٰذان لا یسمعون بہا اولئک کالانعام بل ہم اضل اولئک ہم الغافلون۔ [3]

اور دوزخ کے واسطے بہت سے جن اور انسان پیدا کئے ہیں، ان کے پاس دل ہیں، جن سے سمجھتے نہیں، آنکھیں ہیں، جن سے دیکھتے نہیں، کان ہیں جن سے سنتے نہیں، وہ ایسے ہیں جیسے چوپائے۔ بلکہ ان سے بھی زیادہ بے راہ، وہی لوگ غافل ہیں۔

اس طرح کی متعدد نصوص میں عقل وفکر کے استعمال کی ترغیب دی گئی ہے۔ اور ان کو مہمل چھوڑنے کی مذمت کی گئی ہے، یہ عقل وفکر کی آزادی سب سے اول اسلام نے دی، یورپ میں آج جو آزادی ضمیر کی بات سنائی دے رہی ہے وہ اسلام کی دیکھا دیکھی ہے اور وہ بھی منفی حالات کے رد عمل میں ورنہ یورپ کے کلیسا، اور شخصی حکومتوں کی تاریخ اہل نظر سے پوشیدہ نہیں ہے۔ جس میں فکر وضمیر پر پابندی اپنے آخری حدود کو پہونچی ہوئی تھی۔

---

[1]. بقرہ :- ۱۷۰-۱۷۱۔ [2]. حج : ۴۶۔

[3]. اعراف : ۱۷۹ :

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ : تمام لوگ فقہ میں امام ابو حنیفہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کے پروردہ ہیں

## مذہبی آزادی

اسلام سب سے پہلا مذہب ہے، جس نے اپنے ملک کے شہریوں کو مذہبی آزادی دی۔ اور یہ اعلان کیا کہ ہر انسان مذہب کے معاملے میں آزاد ہے اور یہ محض نظریاتی تقریر یا رسمی اعلان نہ تھا، بلکہ عملی طور پر اس نظریے کی افادیت کے لئے اسلام نے دو طریقے اختیار کئے۔

(۱) لوگوں کو پابند کیا کہ وہ دوسرے مذاہب کا احترام کریں۔ اور کسی کے مذہبی خیالات پر طنز و تنقید نہ کریں۔ اگر کوئی شخص اپنا کوئی مسلک اور مذہب رکھتا ہے، تو اس کو بہ جبر دوسرے مذہب میں داخل کرنے سے اسلام نے سختی کے ساتھ منع کیا۔ بس اس حد تک اجازت دی، کہ مذہب کی تبلیغ کی جاسکتی ہے۔ اور عقلی طور پر دلائل کی روشنی میں بحث کی جاسکتی ہے۔ بشرطیکہ اس میں جارحیت نہ ہو، اگر اس بحث کے نتیجے میں کوئی اپنا مذہب چھوڑ کر دوسرا مذہب اختیار کرلیتا ہے۔ تو کوئی مضائقہ نہیں۔ ورنہ زبردستی اطمینان ہونے سے قبل کسی کو کسی مذہب میں داخل نہیں کیا جاسکتا۔ قرآن نے مذہبی آزادی کی حمایت میں متعدد مقامات پر کلام کیا ہے۔ لا اکراہ فی الدین ؎ (البقرۃ: ۲۵۶)

دین کے معاملے میں کوئی زور زبردستی نہیں ہے۔

وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِى الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ؎ (یونس: ۹۹)

اور اگر آپ کا پروردگار چاہتا تو زمین کے سارے لوگ ایمان لے آتے، کیا پھر آپ لوگوں کو مجبور کریں گے کہ وہ مسلمان ہوجائیں۔

فَذَكِّرْ اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ؎ الغاشیۃ: ۲۱-۲۲)

سو آپ سمجھائے جائیں۔ آپ کا کام تو یہی سمجھانا ہے۔ آپ ان پر داروغہ نہیں ہیں۔

وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ؎

اور رسول کے ذمہ صرف واضح طور پر پہونچادینا ہے۔

(۲) دوسری طرف خود اصحاب مذہب کو اپنے مذہبی شعائر کی حفاظت کا حکم دیا اور اس کے لئے کوئی سلبی موقف اختیار کئے بغیر ہر طریق تحفظ کے اپنانے کی اجازت دی، یہاں تک کہ اگر کسی جگہ اپنے مذہب کی حفاظت ممکن نہ ہو، تو ہجرت کا حکم دیا گیا۔ مذکورہ بالا تفصیلات سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوجاتی ہے کہ قوانین عالم پر قانون الہی کے اثرات پڑے اور دنیا کا ہر قانون کسی نہ کسی صورت میں قانون الہی سے متاثر ہوا ہے۔

☆ قال الشافعی رحمہ اللہ تعالی: الفقہاء کلہم عیال ابی حنیفہ فی الفقہ ☆